اوصافِ قائداعظم: مشاہیر اور ادبا کی نظر میں

ڈاکٹر عطاء الرحمان میو

Dr.Atta-ur-Rehman Meo

Associate Professor, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Quaid Azam Muhammad Ali Jinah was a historical personality. He was the fouder of Pakistan. He worked very hard for the best future and betterment of Indo - Pak Muslims. Jinah served as the leader of the All India Muslim League. According to historian that he was most maligned person in recent indian history.There is considerable amount of scholership on Jinnah which stems from Pakistan. Famous historian and writers admired Muhammad Ali Jinnah in their views. Poets and writers admir his as a great reformer in their words.No doubt the struggles for our nation of Muhammad Ali Jinnah are admirable and remarkable.

کلیدی الفاظ:

رقص۔ ۔۔مرصع سازی۔۔۔ اوصاف حسنہ۔۔۔ شاعری اورخطاطی۔۔۔ یکجا۔۔۔ طلسم۔۔۔ بندش الفاظ۔۔۔مرصع سازی۔۔۔ضوفشانی۔۔۔مشک غبار۔قحط الرجال۔آب وگل۔ ۔۔روبکاری۔۔۔مدبرانہ سوچ۔۔۔تشنہ۔شعور۔۔۔انسانی باطن۔۔۔طوفان خیزرات۔۔۔دشمنان ملک ودیں۔۔۔دیارخلد۔۔۔میر کارواں۔۔۔سانحہ ارتحال۔۔۔فوج اعدا۔۔۔قندیل آرزو۔۔۔ پرافشاں۔۔۔فروزاں۔۔۔سازوسوز۔۔۔قوس قزح۔۔۔علت دیرینہ۔۔۔ساغرومینا۔۔۔ہم پایہ سینا۔۔۔اسرار دروں۔۔۔شاہانہ استقبال۔۔۔چارہ فرما۔۔۔مریض قوم۔۔۔بادہ حب وطن۔۔۔ اسٹائیل۔۔۔مافی الضمیر۔۔۔منطقی انداز۔۔۔عام فہم لہجہ۔

اگر یہ سچ ہے کہ رقص (بقول جوشؔ) اعضا کی شاعری ہے تو پھر خطاطی الفاظ کی شاعری ہے۔

اپنی اصل میں یہ مرصع سازی ہے کہ کون سا لفظ کس جگہ، کس طرح رکھا جائے کہ شعر کے نثر میں ضوفشانی پیدا ہو اور وہ نظر کے راستے قاری کے دل میں اتر جائے۔ شاعر یہی کچھ کرتا ہے۔

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

اگر کسی شخص میں یہ دونوں اوصاف حسنہ (شاعری اور خطاطی) یکجا ہو جائیں تو وہ ناسخ کے اس معیار پر صادق آتا ہے۔

گر آنکھ ہے تو باطن انسان کی دید کر
کیا کیا طلسم دفن ہیں مشک غبار میں

اور جب قحط الرجال ہو تو شاعر پکار اٹھتا ہے۔

قحط آدم ہے یہاں بھیج کوئی شاہ لطیف
یا مجھی میں کسی شہباز کو زندہ کردے

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی قحط الرجال کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے۔ ۱۷۹۷ء میں غالبؔ ایسا شاعر عالم آب وگل میں روبکاری کے واسطے بھیجا جاتا ہے۔ جو خود اپنی عظمت کا اعتراف یوں کرتا ہے۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

یہی انداز بیاں انہیں انفرادیت بخش کر دنیائے عالم میں حیات جاوداں عطا کرتا ہے۔ ۱۸۱۷ء میں نامور مصلح، محقق، دانش ور، ماہر تعلیم، صحافی اور سوانح نگار سرسید احمد خان جنم لیتے ہیں اور قوم کے لیے ایک راہ عمل کا تعین کر کے عالم بقا کو سدھارتے ہیں۔ ۱۸۸۶ء میں انہوں نے AIMEC قائم کی اور اسی کے بطن سے مسلم لیگ نے جنم لیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی انہیں کی تشنہ خوابوں کی یادگار ہے۔ تہذیب الاخلاق انہیں کا جاری کردہ مہذب رسالہ تھا۔ اپنی مدد آپ کے تحت انجمنوں کی تشکیل اور تعلیمی اداروں کا قیام انھیں کی مدبرانہ سوچ کا غماز تھا۔ ۱۸۳۷ء میں مولانا الطاف حسین حالؔی نے پانی پت میں اپنے وجود کا اظہار کیا اور مسدس حالی لکھ کر ایک عالم سے داد سمیٹی۔ ۱۸۵۷ء میں مولانا محمد شبلی نعمانی نے برعظیم کی دھرتی کی رونق بخشی اور سیرت النبی ﷺ لکھ کر دنیا و آخرت کا سامان کیا۔ دارالمصنفین کی بنیاد ڈالی۔ انیسویں صدی کے آٹھویں دہے میں خالق کائنات نے دو اہم ہستیاں پیدا کیں۔ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو محمد اقبال اور ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو محمد علی جینا۔ اول الذکر نے پاکستان کا خواب دیکھا اور موخر الذکر نے اس خواب میں حقیقت کا رنگ بھرا۔

اسی خواب کی عملی تصویر اور تشریح میں جن مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس

خونچکاں داستان کو بیان کرنے کا یارا نہیں، البتہ اسلاف کے کارناموں سے نئی نسل کو آگاہ کرنا ضروری ہے حیاتِ قائداعظم ایک مینارۂ نور ہے، جس کے بارے میں خود بھی جان کر اور نسل نو کو بتا کر، ان کے اندر تحرک، جذبہ اور تجسس پیدا کرنا لازم ہے کہ ہمارے قائدین، خاص طور پر قائداعظم نے کس طرح اصولوں پر قائم رہ کر قیام پاکستان کے مخالفین کو شہ مات دی اور دنیائے عالم میں پانچویں بڑی اسلامی مملکت کا قیام ممکن بنایا۔ غالب نے کہا ہے:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بستی بسنا سہل نہیں ہے، بستے بستے بستی ہے۔ آزادی کے وقت فسادات کے نام سے خونریزی اور غارت گری کا جو طوفان آیا وہ معمولی نوعیت کا نہ تھا۔ اس کے اثرات تادیر رہے اور آج بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ مہاجر وانصار کے درمیان باہمی رفاقت کا ابتدا میں جو ایک رشتہ واعتماد قائم ہوگیا تھا، ارباب اختیار کی جانب سے قومی شعور کے ساتھ اس کی پذیرائی کی جاتی تو شاید پاکستانی معاشرے کی صورت کچھ اور ہوتی اور وہ عالمی افق پر بہت جلد شہاب ثاقب بن کر ابھرتا۔ قومی کردار کی تشکیل وتعمیر کی طرف توجہ نہ کی گئی، دینداری، مذہبی رواداری، اخوت، مساوات، کشادہ نظری، حریت قلم اور آزادی فکر ونظر کے ڈھول تو بہت پیٹے گئے لیکن نتیجہ بے سود۔ تنگ نظری، جانبداری، سفارش، کینہ پروری، طبقاتی منافرت، رشوت، چور بازاری، ایسے عناصر نے معاشرے کی بنیادیں ہلا دیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ پاکستان کسی بھی صورت میں قائد کا پاکستان کہلانے کا حق دار نہیں۔

محمد علی جناح کا تابندہ کردار کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ ایک بلند پایہ قانون دان، بااصول سیاستدان، پختہ عقیدے کے مسلمان اور اعلیٰ اخلاق سے مزین انسان تھے۔ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ان کا مشن تھا۔ امن، دوستی، بھائی چارہ مساوات اور عدل وانصاف ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ قائد کی شخصیت پر اکنافِ عالم کے مورخین ومحققین نے ہزاروں کتب تحریر کی ہیں۔ حسد کی آگ میں لوٹنے والوں کا معاملہ الگ ہے، البتہ غیر جانبدار اور قلم کی حرمت کے پاسدار مورخین اور محققین نے قائد کے اوصاف کو دل کھول کر بیان کیا ہے۔ مشہور صحافی، مدیر اور قائداعظم فورم کے بانی سیکریٹری جنرل لکھتے ہیں:

''محمد علی جناح ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ایک خوش نما سمندری موتی کی طرح چھوٹے سے مقام سے ابھرے اور اپنی باطنی روشنی، شائستگی، انداز بیاں، سوچ اور علم وفکر کے عوض برصغیر کے کونے کونے میں ہر دل عزیز راہ نما ٹھہرے۔'' (۱)

قائداعظم کے اوصاف کے بارے میں سروجنی نائیڈو کے خیالات بھی سنتے چلیے:

''مسز سروجنی نائیڈو نے اپنا دوسرا وطن بمبئی کو بنا رکھا تھا۔ تاج محل

ہوٹل میں ایک سوٹ ہمیشہ ان کے لیے مخصوص رہتا تھا۔ اردو زبان اور اردو کے ادیبوں اور شہروں سے ان کا بڑا لگاؤ تھا۔ تاج محل ہوٹل میں جب وہ رونق افروز ہوتیں تو ان کا کمرہ کبھی اردو ادیبوں کا دانش کدہ بن جاتا، کبھی اردو شاعروں کی بزم سخن ۔ ایک مرتبہ حسب معمول تشریف فرما تھیں، اس وقت ادیبوں اور شاعروں سے زیادہ سیاست دانوں کا مجمع تھا۔ ہندو اور مسلمان، کئی کانگریسی لیڈر اور سر برآوردہ اصحاب رونق افروز تھے۔ بات پاکستان پر چل پڑی اور جلے دل کے پھپھولے پھوڑے جانے لگے۔ سروجنی دیوی طنز لطیف کی ماہر تھیں وہ اپنی چٹکلے چھوڑتی رہیں۔ اتنے میں ایک مسلمان شریک مجلس نے جو کانگریس کے مجلس عامہ کے ممبر بھی رہ چکے تھے۔ قائداعظم کو انگریزوں کا ''زرخرید'' کہہ دیا۔ یہ سنتے ہی سروجنی دیوی کی شوخی اور بذلہ سنجی سنجیدگی، بلکہ برہمی سے بدل گئی۔ انہوں نے فرمایا:

''کیا کہا تم نے؟ ۔۔۔ جناح انگریزوں کا زرخرید ہے؟'' تم بک سکتے ہو، میں خریدی جا سکتی ہوں۔ باپو (گاندھی جی) اور جواہر لال نہرو کا سودا بھی شاید ہو سکتا ہے مگر جناح انمول ہے۔ اسے کوئی نہیں خرید سکتا، ہمارے نکتہ نظر سے وہ غلط راستے پر گامزن ہیں، لیکن ان کی دیانت فکر ہر طرح کے شک وشبہ سے بالا ہے۔'' (۲)

نامور مورخ، نقاد اور محقق ہیکٹر بولیتھو نے قائد کی شخصیت کے بارے میں کہا:

''میں سات عظیم شخصیات کی زندگی کے حالات قلم بند کر چکا ہوں، لیکن جس احترام اور خلوص کا احساس میں قائد اعظم کی نسبت کرتا ہوں وہ کسی دوسری شخصیت کی نسبت نہیں کرتا۔'' (۳)

فرڈ ڈگلس کے بقول:

''قائداعظم نے اپنی قوم کی کامیابی کا راز اتحاد، یقین محکم اور تنظیم میں بتایا۔ انہوں نے محنت ومشقت سے اپنی زندگی شروع کی تھی اس لیے محنت ومشقت ان کے کردار اور ان کی زندگی کی بنیاد بن گئی۔ وہ ایک حقیقت پسند انسان تھے جنہوں نے ان تین اصولوں کو ملا کر ایک ایسا ہتھیار بنا دیا جس کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔'' (۴)

سر فریڈرک جیمز نے قائد اعظم کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:

''وہ (مسٹر جناح) ایک مقرر اعلیٰ درجے کے سیاسی، عوامی رہنما ہیں۔ نڈر اور بے باک جنہیں حرص وہوس کبھی آلودہ نہیں کر سکتی۔''(۵)

مشہور کانگریسی راہ نما جواہر لعل نہرو کی ہمشیرہ وجے لکشمی نے قائد کی عظمت کا واضح اعتراف کرتے ہوئے کہا:

''اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی اور دو سو ابوالکلام ہوتے اور ان کے مقابلے میں ایک جناح ہوتے تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا۔''(۶)

دیوان چمن لعل کے بقول:

''وہ ان چند انسانوں میں سے ایک ہیں، جن کے اپنے ذاتی مفاد ومقاصد نہیں ہوتے۔ ان کی دیانت وایمانداری پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔''(۷)

سر کرپس نے ایک موقعہ پر قائد کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا:

''وہ اپنے ایقان وعقائد میں مخلص و بے لوث اور نصب العین کے باب میں بالکل پاک اور بے لاگ تھے۔ ان صفات نے ہی انہیں اپنے عوام میں ایک عظیم قائد بنایا تھا۔''(۸)

یقیناً یہ محمد علی جناح کے کردار وصفات کا سحر ہی تھا جس نے قوم کے ہر فرد کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ آپ نے اپنے کردار کی مضبوطی اور قوت ایمانی کی بدولت ایک منتشر اقلیت کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ قیام پاکستان کی صورت میں برآمد ہوا۔ آپ کے صفات کی حمیدہ کی گواہی ان کے معاصرین وموخرین مورخین نے دل کھول کر دی ہے۔ آپ کی شخصیت پر ہزاروں کتب تصانیف ہو چکی ہیں اور مستقبل میں بھی محققین آپ کی مدح سرائی کرتے رہیں گے۔ اس مقالے کی تنگی داماں کی مناسبت سے درج بالا چند مشاہیر کی آرا پیش کی گئی ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح اگر چہ خود کوئی ادیب وشاعت نہیں تھے لیکن اردو ادب اور ادیبوں نے آپ کی توصیف وستائش کے لیے ہزاروں صفحات وقف کیے ہیں۔ شعرا ہوں یا مصنفین، قائد کی عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے میں نہایت فیاضی کا مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اعجاز حسین بٹالوی قائد کے انداز تکلم کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''جس طرح اسٹائل لکھنے والے کی شخصیت کا دوسرا نام ہوتا ہے، اسی طرح قائد اعظم کی تقریریں ان کی ذات کا پرتو ہوتی تھیں۔ قائد اعظم نہ تو اپنی بات کے لیے جذباتی لہجہ اختیار کرتے، نہ تقریر کو

لچھے دار بناتے، نہ شعر پڑھتے، نہ کہانیاں سناتے، سیدھی بات، منطقی انداز اور عام فہم لہجہ۔۔ یہی ان کی تقریر کا خاصہ ہوتا تھا۔ قائداعظم کی تقریروں نے ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات میں مسلمانوں کی ذہنی تربیت کی اور انہیں آئینی سیاست کے رموز سے آشنا کیا۔''(۹)

نامور ادیب اور محقق ڈاکٹر جمیل جالبی اپنے مضمون ''لفظ 'جناح' کی تحقیق'' میں قائداعظم کے اوصاف یوں بیان کرتے ہیں:

''قائداعظم نہ صرف بابائے قوم ہیں بلکہ یکجہتی اور مسلم قومیت کی دائمی علامت ہیں۔ ان کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ایمانداری، خلوص نیت، بلندی کردار اور عقل وفراست سے کام لیا جائے تو ناممکن کام بھی ممکن ہوجاتے ہیں۔ قوم کے اندر صحیح شعور صرف ایسا ہی راہ نما بیدار کرسکتا ہے جو خود سچا ہو، ایماندار ہو، بلند کردار کا حامل ہو، عقل کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو، جوش وجذبہ کو عقل و ہوش کے تابع رکھتا ہو، جس کی منزل ذاتی اقتدار نہیں بلکہ قوم کی فلاح و بہبود ہو، جس کی ایمانداری، خلوص اور سچائی پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے، قائداعظم ہمارے ملک وملت کے لیے ایک ایسی ہی دولت بیدار اور مثالی شخصیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۱۰)

ممتاز حسن لکھتے ہیں:

''قائداعظم کی گفتگو میں یہ بات خاص تھی کہ جو کچھ وہ کہتے تھے وہ نہایت واضح اور قطعی ہوتا تھا۔ ایک ایک لفظ کو صاف صاف اور علیحدہ علیحدہ ادا کرتے تھے اور مخاطب تک اپنا مافی الضمیر اس خوبی سے پہنچاتے تھے کہ کسی غلط فہمی یا ابہام کا امکان نہیں رہتا تھا۔''(۱۱)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر قائداعظم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''۳ جولائی ۱۹۴۳ء کو کوئٹہ میں کانفرنس کے مندوبین سے انگریزی میں خطاب کیا، تو ایک بلوچستانی مردِ مجاہد رونے لگے۔ ان سے پوچھا: آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہو؟ جواب ملا: اس شخص (قائداعظم) کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے اور

اسی نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔''(۱۲)

نابغہ روزگار شخصیات کے تاریخی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ ان کے روز وشب قومی معاملات کی سنجیدگی میں طے ہو رہے ہوتے ہیں لیکن ان کی جبلت میں قدرت نے حسِ مزاح کا خوب صورت عطیہ ودیعت کیا ہوتا ہے۔ محمد علی جناح کی زندگی اگر چہ سیاست کی سنجیدگی کی پرخار وادیوں میں سفر کرتے گزری۔ تاہم ان کا مزاحیہ شعور ان کی زندگی کو پھول کی مانند معطر اور رنگین کیے ہوئے تھے۔

خورشید احمد خاں نے ان کی طنزیہ ومزاحیہ گفتگو کے نایاب اور نادر نمونے جمع کیے ہیں۔ ان میں سے ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

''مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا اجلاس لاہور میں ہو رہا تھا۔ مجلس انتخاب مضامین میں قرارداد پاکستان پر بحث ہو رہی تھی اور قائداعظم تقریر فرما رہے تھے کہ باہر سے شور بلند ہوا قائداعظم نے پوچھا:

''یہ کیسا شور ہے؟''

ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ شیر بنگال آئے ہیں۔

اتنے میں مولوی فضل حق جھومتے ہوئے پنڈال میں داخل ہوئے۔

قائداعظم نے ان کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا:

''جب شیر آئے تو میمنے کو بیٹھ جانا چاہیے۔''

یہ کہہ کر آپ کرسی پر بیٹھ گئے۔ جب مولوی فضل الحق کو جگہ مل گئی تو قائداعظم یہ کہہ کر پھر کھڑے ہو گئے کہ

''اب شیر کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اس لیے میمنا پھر باہر نکل آیا ہے۔''

اس پر حاضرین ہنس ہنس کر بے حال ہو گئے۔''(۱۳)

عربی میں شعر کو سحر کہا گیا ہے۔ شاعری میں ناقابل یقین حد تک تاثیر اور طاقت موجود ہے۔ محمد علی جناح کی شخصیت کو جہاں نثر نگاروں نے خراج عقیدت پیش کیا ہے وہاں اردو شعرا نے بھی قائد کی زندگی کے ہر پہلو اور جہت کی اپنی شاعری میں بہترین عکاسی کی ہے۔ شعرا نے بابائے قوم کی ہر ادا کو زیب قرطاس کر کے محفوظ کیا ہے۔ ان کی شاعری کو ہر زمانے میں بے حد پذیرائی نصیب ہوئی۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ کیجیے:

۱۹۱۶ء میں قائداعظم پہلی مرتبہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے مسلمانوں میں ظاہر ہوئے، سابق مہاراجہ محمود آباد کی سرکردگی میں اہلِ لکھنو نے ان کا شاندار شاہانہ استقبال کیا تھا۔ سید سلیمان ندوی

نے اس وقت جناح کے لیے یہ نظم موزوں کی:

اک زمانہ تھا کہ اسرار دروں مستور تھے
کوہ شملہ جن دنوں ہم پایہ سینا رہا
جب کہ داروئے وفا ہر درد کا درماں رہی
جب کہ ہرناداں عطائے بو علی سینا رہا
جب ہمارے چارہ فرما زہر کہتے تھے اسے
جس پہ اب موقوف ساری قوم کا جینا رہا
بادۂ حب وطن کچھ کیف پیدا کر سکے
دور میں یوں ہی اگر یہ ساغر و مینا رہا
علت دیرینہ سے اصلی قویٰ بے کار ہیں
گوش شنوا ہے ، نہ ہم میں دیدۂ بینا رہا
پرمریضِ قوم کے جینے کی ہے کچھ کچھ امید
ڈاکٹر اس کا اگر ''مسٹر علی جینا'' رہا(۱۴)

نامور شاعر قتیلؔ شفائی نے قائد کی ذات کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:

کسی طرح نہ خریدا گیا خلوص تیرا
چٹان جھوم کے ٹوٹی مگر پگھل نہ سکی(۱۵)

جلیلؔ قدوائی لکھتے ہیں:

لب پہ جب قائداعظم کا مرے نام آیا
ضبط و تنظیم و یقیں کا مجھے پیغام آیا
گونج اٹھا نعرۂ تکبیر سے گوشہ گوشہ
لے کے میدان میں جب اللہ کا وہ نام آیا(۱۶)

یوسف ظفر قائد سے اظہارِ محبت یوں کرتے ہیں:

جب تک ہیں یہ صبح و شام زندہ
تو زندہ ہے ، تیرا نام زندہ(۱۷)

قائداعظم کا سانحہ ارتحال قوم پر قیامت بن کر ٹوٹا۔ ہر فرد آپ کی جدائی میں بے تاب و بے قرار تھا۔ چونکہ شعرا نازک مزاج اور حساس طبیعت کے حامل ہوتے ہیں۔ شعرا نے قائد کی وفات پر دردِ دل کو بصورت الفاظ جس انداز میں بیان کیا اور اپنے محبوب قائد سے عقیدت اور وارفتگی کا اظہار کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ شعرا نے وصالِ قائد پر اپنے اشعار میں قوم کے غم اور درد کی ترجمانی کا حق ادا

کیا۔ سید عابد علی عابدؔ اپنی نظم ''قندیل آرزو'' میں لکھتے ہیں:

گہنا گیا وہ چاند مگر اس کے نور سے
دیوار و در وطن کے ہیں تاباں اسی طرح
مرجھا گیا وہ پھول مگر اس کے رنگ سے
قوس قزح ہے صحن گلستان اسی طرح
لہرا چکی وہ برق مگر اس کی تاب سے
قندیل آرزو ہے فروزاں اسی طرح(۱۸)

نثیرؔ امرتسری اپنی نظم بعنوان ''فریادِ ملت'' میں رقمطراز ہیں:

اک پیکر خلوص و دیانت تھی تیری ذات
ملتا نہیں ہے اب کوئی درد آشنا مجھے
سونپی تھی جن کو تو نے قیادت کی باگ ڈور
برباد کر رہے ہیں وہی ناسزا مجھے
راشی ہیں نفع باز تو حکام مرتشی
ایسے ستم گروں سے ہے پالا پڑا مجھے
اب کس کی راہ نمائی پہ ہو مجھ کو اعتبار
رہزن دکھائی دیتے ہیں سب رہنما مجھے(۱۹)

شعرا نے بانی پاکستان کے سانحہ ارتحال کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قوم اور ملک کی زبوں حالی کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ قائداعظم کے بعد قوم اندھیروں میں بھٹک رہی ہے اور نام نہاد لیڈر عوام کو لوٹنے اور کمزور کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ اب انہیں کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ سیف الدین سیف کے بقول:

بنا ہے حرف شکایت سکوت لالہ و گل
بدل گیا ہے چمن کا نظام تیرے بعد(۲۰)

بقول ضیاالحسن ضیاؔ:

راستہ پرہول ، منزل دور ، طوفاں خیز رات
کارواں روتا ہے میر کارواں تیرے بغیر(۲۱)

شاکر عروجؔ:

جن سیاسی الجھنوں سے آج ہم دو چار ہیں
اے مدبر ان کو سلجھائے گا تیرے بعد کون(۲۲)

اقبال کوثر:

دیارِ خلد سے اک بار آکے دیکھ ذرا
ستم کشوں میں ہمارا شمار اب بھی ہے(۲۳)

خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے ملک پاکستان کی موجود صورتحال کی کیا خوب عکاسی کی ہے:

فوج اعدا سے گھرا ہے ملک پاکستان کا
حملہ آور ہونے کو ہیں دشمنانِ ملک و دیں(۲۴)

قائد اعظم محمد علی جناح کی عظمت کا راز ان کی سیرت کی بلندی، قوت فیصلہ، یقین محکم، عمل پیہم ، بلند نگاہی، دردمندی، سخن کی دل نوازی اور عزم صمیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین اور محققین ان کا ذکر احترام اور فخر سے کرتے ہیں۔ آپ کی ذات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا، وقت گزرتا جائے گا، ہر مورخ ان کی دیانت داری اور ایمانداری کا اعتراف کرتا رہے گا۔ تاریخ میں نام کمانے والے تو بہت آئے لیکن تاریخ کا رخ موڑنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے۔ محمد علی جناح بھی ان نابغہ روزگار شخصیات کی صف اول میں نمایاں اور ممتاز ہیں جن کا ذکر تاریخ سنہری حروف میں کرتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رب کائنات کی طرف سے خوشخبری ہے:

''ترجمہ: اے اطمینان والی روح۔
تو اپنے رب کائنات کی لوٹ چل۔ اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔
پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔
اور میری جنت میں چلی جا۔''(۲۵)

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کرکے چلو یاں کہ بہت یاد رہو
یاد کرتا ہے زمانہ انہیں انسانوں کو
روک لیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

حوالہ جات

۱۔ ایم اے صوفی، پروفیسر، سوانح حیات رہبر ملت: قائد اعظم محمد علی جناح، لاہور: بک ہوم، ۲۰۱۴ء، ص:۱۸

۲۔ قائد اعظم، معاصرین کی نظر میں: مرتبین: مصباح الحق، تسنیم کوثر گیلانی، قائد اعظم کی یاد، چند تاثرات، رئیس احمد جعفری، لاہور: شہزاد پبلشرز، ۱۹۷۶ء، ص:۲۲۔۲۱

۳۔ قائد اعظم، معاصرین کی نظر میں، مرتبین: مصباح الحق، تسنیم کوثر گیلانی، قائد اعظم کی یاد، کوہ وقار، سید حسین امام، لاہور: شہزاد پبلشرز، ۱۹۷۶ء، ص:۳۵

۴۔ ایضاً،ص۸۲
۵۔ ماہِ نو، قائداعظم نمبر، جلد۲۹، شمارہ۶، اشاعت دوم، فروری ۲۰۱۴ء، ص:۳۷
۶۔ عبدالرحمن خاں، منشی، کردار قائداعظم، لاہور: شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص:۷۰
۷۔ ماہِ نو، قائداعظم نمبر، جلد۲۹، شمارہ۶، اشاعت دوم، فروری ۲۰۱۴ء، ص:۳۷
۸۔ قائداعظم، معاصرین کی نظر میں: مرتبین: مصباح الحق، تسنیم کوثر گیلانی، قائداعظم کی یاد، کوہ وقار، سید حسین امام، لاہور: شہزاد پبلشر، ۱۹۷۶ء، ص:۶۴
۹۔ اعجاز حسین بٹالوی، قائداعظم اور ہماری تاریخ، مشمولہ: صحیفہ، سہ ماہی، لاہور: قائداعظم نمبر، ستمبر/ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۳۸
۱۰۔ صحیفہ، سہ ماہی، لاہور: قائداعظم نمبر، ستمبر/ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۶۸
۱۱۔ ممتاز حسن، قائداعظم کا ایک سفر، مشمولہ: صحیفہ، سہ ماہی، لاہور: قائداعظم نمبر، ستمبر/ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۶۳
۱۲۔ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، قائداعظم اور بلوچستان، مشمولہ: صحیفہ، سہ ماہی، لاہور: قائداعظم نمبر، ستمبر/ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۲۵۳
۱۳۔ خورشید احمد خاں، مؤلفہ: قائداعظم کے شب و روز، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۸۸۶ء، ص:۴۵۶
۱۴۔ یادرفتگاں، سید سلیمان ندوی، کراچی، مکتبہ الشرق، ۱۹۵۵ء، ص۴۲۲
۱۵۔ رشیدی، مرتبہ: عقیدت کے پھول، لاہور: مکتبہ ایوان ادب، ۱۹۵۰ء، ص:۹۰
۱۶ ایضاً، ص:۹۷
۱۷۔ ایضاً، ص:۹۶
۱۸۔ ایضاً، ص:۳۸
۱۹۔ ایضاً، ص:۷۹
۲۰۔ ایضاً، ص:۶۱
۲۱۔ ایضاً، ص:۸۷
۲۲۔ ایضاً، ص:۸۶
۲۳۔ ایضاً، ص:۸۱
۲۴۔ ایضاً، ص:۸۳
۲۵۔ الفجر: ۸۹: ۲۷۔۳۰

☆......☆......☆